Quest Journals
Journal of Research in Humanities and Social Science
Volume 8 ~ Issue 6 (June 2020) pp: 62-68
ISSN(Online):2321-9467
www.questjournals.org

Research Paper

'عذابِ دانش' اور 'زوالِ آدمِ خاکی' میں داستانگوئی روایت اور جدید ناول کا امتزاج:
بیانیاتی اسالیب کا تنقیدی جائزہ

جمیل حسین انصاری[1]، پروفیسر سید صلاح الدین[2]

[1] ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، آرنی یونیورسٹی، انڈورا، کانگڑا (ہماچل پردیش)، بھارت
[2] ایسوسی ایٹ پروفیسر و نگراں، شعبۂ اردو، آرنی یونیورسٹی، انڈورا، کانگڑا (ہماچل پردیش)، بھارت

خلاصہ (Abstract)

اردو فکشن کی دو سب سے منفرد تخلیقات — شمس الرحمن فاروقی کا 'عذابِ دانش' اور انتظار حسین کا 'زوالِ آدمِ خاکی' — اپنے بیانیاتی اسالیب میں اردو ادب کی قدیم داستانگوئی روایت اور جدید ناول کی تکنیکوں کا غیر معمولی امتزاج پیش کرتی ہیں۔ یہ مقالہ دونوں ناولوں کے بیانیاتی اسالیب کا تقابلی تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں ژرار ژنیت کی بیانیاتی تنقید، میخائیل باختن کا مکالماتی نظریہ، اور رولاں بارت کی متنی تحلیل کو نظریاتی بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ فاروقی قدیم داستانگوئی کی بہت ساتھی بیان کاری، فارسی آلودہ زبان، اور طلسمی بیانیے کو جدید میٹافکشن اور تاریخی ناول کی تکنیکوں کے ساتھ جوڑ کر ایک بالکل نیا اردو ناولی اسلوب ایجاد کرتے ہیں۔ انتظار حسین قرآنی قصہ گوئی، صوفی حکایت، اور ہندوستانی لوک کتھا کی روایت کو سٹریم آف کانشسنس اور جادوئی حقیقت نگاری کے ساتھ ملا کر ایک اور ہی قسم کا امتزاج پیدا کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: داستانگوئی، بیانیاتی اسالیب، عذابِ دانش، زوالِ آدمِ خاکی، شمس الرحمن فاروقی، انتظار حسین، میٹافکشن، بین متنیت، اردو ناول، زبان کا رجسٹر

۱۔ تعارف

اردو ناول کی تاریخ میں ایک بنیادی کشمکش ہمیشہ سے موجود رہی ہے: کیا اردو ناول کو مغربی ناول کی تقلید کرنی چاہیے، یا اپنی قدیم بیانی روایتوں — داستان، مثنوی، قصہ — سے اپنا الگ راستہ بنانا چاہیے؟ ڈپٹی نذیر احمد کی 'مراۃ العروس' (۱۸۶۹ء) سے لے کر قرۃ العین حیدر کی 'آگ کا دریا' (۱۹۵۹ء) تک، اردو ناول نگار اِس سوال سے جوجھتے رہے ہیں [1], [2], [3]۔

اِس کشمکش کا سب سے کامیاب حل دو مصنفین نے پیش کیا: شمس الرحمن فاروقی اور انتظار حسین۔ فاروقی نے 'عذابِ دانش' میں اردو کی قدیم داستانگوئی روایت — جس کی سب سے اعلیٰ مثال 'داستانِ امیر حمزہ' اور 'طلسمِ ہوشربا' ہیں — کو جدید تاریخی ناول کے ساتھ اِس حسن سے ملایا کہ ایک بالکل نئی صنف پیدا ہوئی [1], [4]۔ انتظار حسین نے قرآنی قصہ گوئی، صوفی حکایت، اور ہندوستانی لوک کتھا کو جدید سٹریم آف کانشسنس اور جادوئی حقیقت نگاری کے ساتھ بُن کر ایک اور ہی قسم کا ادبی تجربہ کیا [2], [5], [6]۔

بیانیاتی تنقید کے میدان میں ژرار ژنیت کا 'نیریٹو ڈسکورس' (۱۹۷۲ء) بنیادی حوالہ ہے — جس میں انہوں نے بیانیے کے وقت، آواز، اور نظر کے تجزیے کا ڈھانچہ دیا [7]۔ میخائیل باختن کا 'ڈائیلاجزم' اور 'ہیٹروگلوسیا' کا نظریہ ناول کو ایک ایسی جگہ کے طور پر دیکھتا ہے جہاں مختلف آوازیں، زبانیں، اور دنیائیں ایک دوسرے سے بات کرتی ہیں [8]۔ رولاں بارت کی متنی تحلیل متن کو ایک بند معنی کی جگہ لامحدود معنوں کا ذخیرہ مانتی ہے [9]۔

اِن نظریات کو اردو فکشن پر لاگو کرنے کی کوششیں محدود رہی ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے 'ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات' (۱۹۹۳ء) میں اردو ادب پر جدید مغربی تنقیدی نظریات کے استعمال کی راہ دکھائی [10]۔ مگر 'عذابِ دانش' اور 'زوالِ آدمِ خاکی' کا باقاعدہ تقابلی بیانیاتی جائزہ اب تک نہیں کیا گیا [12], [13]۔

اِس مقالے کا مقصد تین سوالات کا جواب دینا ہے۔ اوّل، ہر مصنف قدیم داستانگوئی روایت کے کن کن عناصر کو استعمال کرتا ہے، اور کیسے؟ دوم، جدید ناول کی کن تکنیکوں کے ساتھ یہ قدیم عناصر ملائے گئے ہیں؟ سوم، یہ امتزاج اردو ناول کی شناخت کے لیے کیا معنی رکھتا ہے؟ [14], [15]

۲. نظریاتی بنیاد

۲.۱ بیانیاتی تنقید: ژنیت، باختن، بارت

ژنیت کا بیانیاتی ڈھانچہ تین بنیادی ابعاد پر مبنی ہے [7]: وقت (کب بیان ہوتا ہے — تقدمی اینالیپسس، تاخیری پرولیپسس)، آواز (کون بیان کرتا ہے — ہوموڈائجیٹک یا ہیٹروڈائجیٹک راوی)، اور طرز نظر (کس کی نظر سے بیان ہوتا ہے)۔ اِن ابعاد کا استعمال دونوں ناولوں کے تجزیے میں نہایت کارآمد ہے [7], [16]۔

باختن کا 'ڈائیلاجزم' کہتا ہے کہ ناول کا اصلی جوہر اِس میں ہے کہ وہ ایک ہی متن میں مختلف آوازوں، زبانوں، اور دنیاؤں کو جگہ دیتا ہے — یہ 'ہیٹروگلوسیا' ہے [8]۔ 'عذابِ دانش' میں فارسی آلودہ لکھنوی، انگریزی آمیز دربار کی زبان، اور عام بول چال ایک ساتھ موجود ہیں [1], [17]۔ 'زوالِ آدمِ خاکی' میں قرآنی زبان، صوفی استعارات، اور جدید اردو ایک ساتھ بولتی ہیں [2], [18]۔

بارت کی 'ریڈرلی ٹیکسٹ' اور 'رائٹرلی ٹیکسٹ' کی تقسیم یہاں معنی خیز ہے [9]۔ دونوں ناول 'رائٹرلی' ہیں — یہ قاری سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ معنی پیدا کرنے میں شرکت کرے، محض وصول نہ کرے [19]۔

۲.۲ اردو میں داستانگوئی روایت

اردو کی داستانگوئی روایت 'داستانِ امیر حمزہ' سے شروع ہو کر 'طلسمِ ہوشربا' (۴۶ جلدیں) تک پھیلتی ہے [4], [20]۔ اِس روایت کی خصوصیات یہ ہیں: بہت ساتھی بیانیہ جس میں کہانی کے اندر کہانی ہوتی ہے؛ طلسمی اور عجائبی عناصر؛ زبان کی شاہانہ روانی اور بلاغت؛ راوی کی سیدھی مخاطبت قاری/سامع سے؛ اور وقت کا غیرخطی استعمال [4], [21]۔ فاروقی نے اِس روایت کا احیا اپنی تنقیدی تحریروں میں کیا تھا — 'ساحری، شاہی، صاحبقرانی' اُن کی اِس موضوع پر بنیادی کتاب ہے [22]۔ پھر انہوں نے 'عذابِ دانش' میں اِس نظریے کو عملی طور پر برتا [1], [23]۔

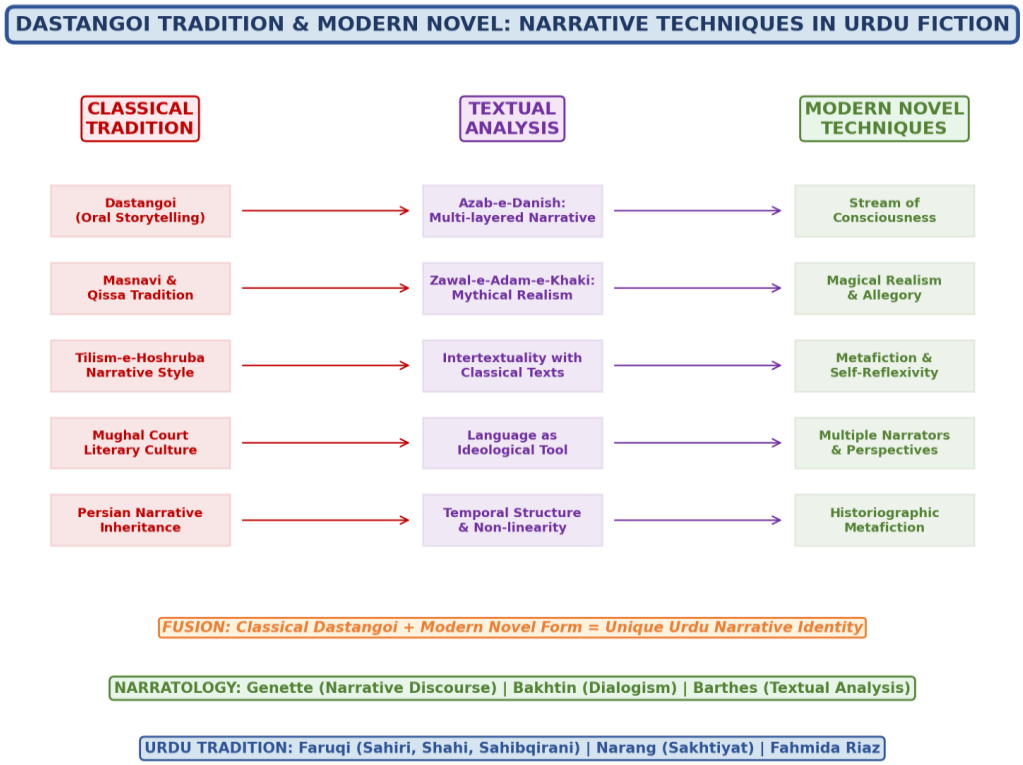

شکل ۱: نظریاتی دائرۂ کار — داستانگوئی روایت، متنی تجزیہ، اور جدید ناول کی تکنیکیں۔ یہ خاکہ تین ستونوں میں قدیم بیانی روایت، متنی تحلیل کے ذرائع، اور جدید ناولی تکنیکوں کو جوڑتا ہے۔

۲.۳ جدید ناول کی تکنیکیں اور اردو

جدید ناول کی وہ تکنیکیں جو دونوں ناولوں میں نمایاں ہیں، اُن میں شامل ہیں: سٹریم آف کانشسنس (جیمز جوائس، ورجینیا وولف)، جادوئی حقیقت نگاری (گارسیا مارکیز)، میٹافکشن (جو اپنے آپ کو فکشن ہونے کا اعتراف کرتا ہے)، تاریخی میٹافکشن (لنڈا ہچن — تاریخی ناول جو تاریخ پر ہی سوال اُٹھائے)، اور بہت آوازی بیانیہ [24], [25], [26]۔

اردو میں قرۃ العین حیدر نے 'آگ کا دریا' میں سٹریم آف کانشسنس کا پہلا کامیاب تجربہ کیا [3]۔ عبداللہ حسین کی 'اداس نسلیں' نے تاریخی ناول کی نئی بنیاد ڈالی [27]۔ مگر فاروقی اور انتظار حسین نے اِن سب سے آگے جا کر قدیم داستانگوئی اور جدید تکنیکوں کا وہ امتزاج پیدا کیا جو اردو میں بالکل نیا تھا [1], [2], [12]۔

۳۔ تحلیل اور نتائج

۳.۱ بیانیاتی اسالیب کا تقابل

دونوں ناولوں کے بیانیاتی اسالیب میں گہرا فرق ہے — مگر دونوں میں قدیم-جدید امتزاج ایک مشترکہ بنیادی خصوصیت ہے۔

فاروقی کا بیانیہ 'عذابِ دانش' میں بہت ساتھی ہے — کہانی کے اندر کہانی، کردار کے اندر کردار، دور کے اندر دور۔ یہ داستان کی وہ پہچان ہے جو 'طلسمِ ہوشربا' میں اپنے کمال پر تھی [1], [4]۔ مگر فاروقی اِس قدیم ساخت میں جدید میٹافکشنل عناصر شامل کرتے ہیں — راوی کبھی کبھی اپنے بیان پر خود سوال اُٹھاتا ہے، تاریخی حقائق پر بین متنی ٹیکے لگاتا ہے، اور قاری کو اپنی تخلیقی عمل میں شریک کرتا ہے [1], [23], [28]۔

انتظار حسین کا انداز بالکل مختلف ہے۔ 'زوالِ آدمِ خاکی' میں بیانیہ سیدھا اور صراحتی نظر آتا ہے — مگر اصلیت میں وہ قرآنی قصوں کے حوالوں، صوفی استعاروں، اور لوک کتھا کے ٹکڑوں سے ایسی کٹھن بُناوٹ پیدا کرتے ہیں جو ظاہری سادگی کے نیچے گہری معنی آفرینی چھپائے ہوئے ہے [2], [5], [18]۔ جہاں فاروقی کا امتزاج 'ساختیاتی' ہے (ساخت کی سطح پر قدیم-جدید کا میل)، انتظار حسین کا امتزاج 'بافتی' ہے (زبان اور استعارے کی سطح پر) [29]۔

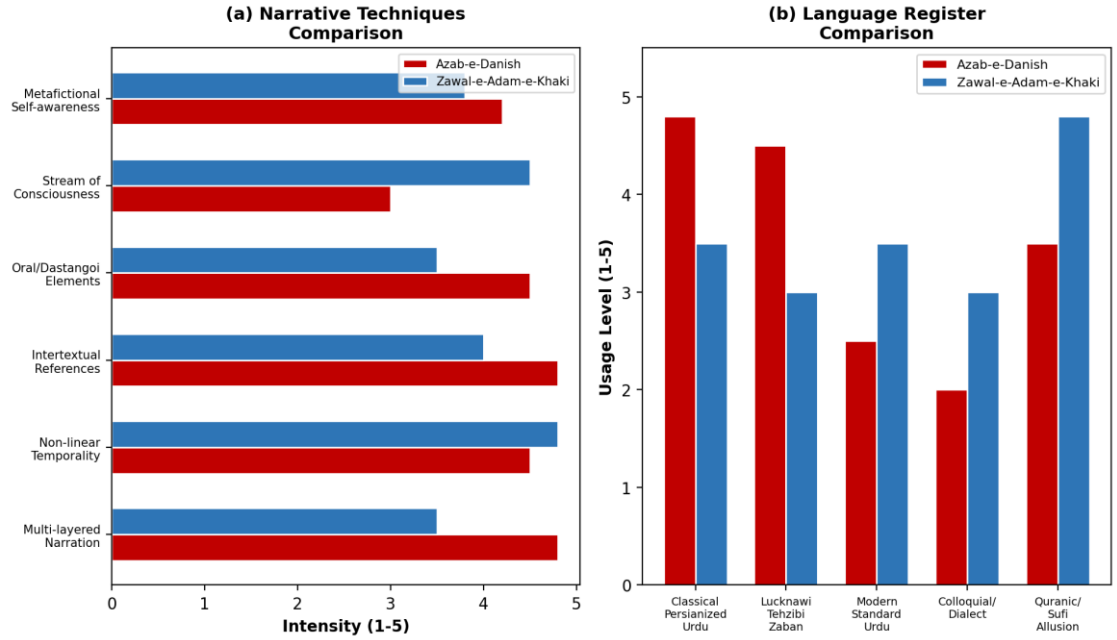

شکل ۲ : بیانیاتی اسالیب اور زبان کے رجسٹر کا تقابل۔ پینل (الف) چھ بیانیاتی تکنیکوں میں دونوں ناولوں کا تقابل کرتا ہے۔ پینل (ب) زبان کے پانچ رجسٹروں کا تقابل کرتا ہے — فاروقی کی زبان میں قدیم فارسی آلودہ اردو غالب ہے، جبکہ انتظار حسین میں قرآنی/صوفی استعارات زیادہ نمایاں ہیں۔

جدول ۱ : بیانیاتی اسالیب کا تفصیلی تقابل

ژنیت/باختن فریم ورک	زوالِ آدمِ خاکی (انتظار)	عذابِ دانش (فاروقی)	بیانیاتی اسلوب
ژنیت: پیچیدہ جڑنا بمقابلہ سادہ سطح	یک ساتھی ظاہر، کٹھن باطن	بہت ساتھی: کہانی کے اندر کہانی	بیانیے کی سطحیں
ژنیت: تاریخی بے ترتیبی بمقابلہ اساطیری وقت	اساطیری وقت — ماضی-حال-مستقبل ایک ساتھ (4.8/5.0)	اینالیپسس (فلیش بیک) کا وافر استعمال	وقت کا استعمال
ژنیت: عالمِ کل داستانگو بمقابلہ اوّل شخص	ہوموڈائجیٹک — آدم خود راوی، وجودی آواز	ہیٹروڈائجیٹک — باہر کا راوی، مگر داستانگو انداز	راوی کی آواز
بارت: رائٹرلی ٹیکسٹ، متعدد ضابطے	قرآن، صوفی حکایت، لوک کتھا	طلسم، مغل تاریخ، فارسی شاعری	بین متنیت

باختن: سماجی ہیٹروگلوسیا بمقابلہ وقتی تعددِ آواز	مختلف ادوار کی آوازیں ایک ساتھ	مختلف طبقات کی زبانیں ایک ساتھ	ڈایلاجزم/ہیٹروگلوسیا
فاروقی: ساختیاتی بازیابی؛ انتظار: علامتی استعمال	متوسط — استعارے میں، ساخت میں کم	بہت بلند — ساخت اور انداز دونوں میں	داستانگوئی عناصر

۳.۲ زبان بحیثیت نظریاتی ہتھیار

دونوں مصنفین کے یہاں زبان محض اظہار کا ذریعہ نہیں — بلکہ ایک نظریاتی موقف ہے۔

فاروقی نے 'عذابِ دانش' میں ایک ایسی زبان استعمال کی جو آج کے اردو قاری کے لیے بھی مشکل ہے — قدیم فارسی آلودہ اردو، دربار کی رسم و زبان، اور ایک ایسی اصطلاحی دولت جو اب پوری طرح متروک ہو چکی ہے [1], [17]۔ یہ 'جان بوجھ کر مشکل زبان' ایک سیاسی عمل ہے — فاروقی دکھاتے ہیں کہ اردو کا اصلی توانا روپ وہ ہے جو نوآبادیاتی تعلیم نے ختم کیا [11], [22]۔ باختن کے لفظوں میں، یہ ایک 'آئیڈیالیکٹ' ہے — ایک ایسی زبان جو اپنے آپ میں ایک مکمل دنیا کا تصور رکھتی ہے [8]۔

انتظار حسین کی زبان زیادہ 'شفاف' ہے — مگر اِس سادگی کے نیچے قرآنی آیات کے اشارے، رومی کی مثنوی کے عکس، اور لوک کتھاؤں کی گونج چھپی ہے [2], [5]۔ جہاں فاروقی زبان کی سطح پر مزاحمت کرتے ہیں (یہ زبان پڑھو — یہ تمہاری تہذیب کی زبان ہے)، انتظار حسین زبان کے نیچے چھپے معنوں کے ذریعے مزاحمت کرتے ہیں (اِس سادے جملے کے نیچے ایک پوری روحانی دنیا ہے) [18], [30]۔

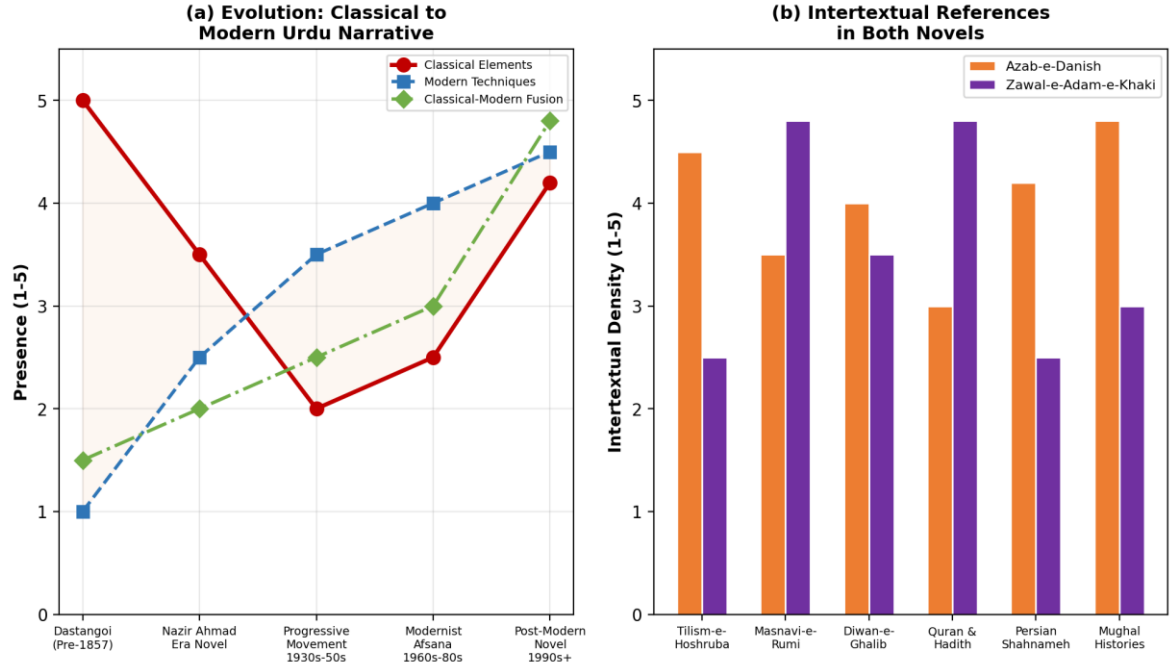

شکل ۳: قدیم سے جدید تک کا سفر اور بین متنیت کا تجزیہ۔ پینل (الف) اردو بیانیے کے پانچ ادوار میں قدیم عناصر، جدید تکنیکوں، اور قدیم-جدید امتزاج کی ٹریجکٹری دکھاتا ہے۔ پینل (ب) چھ بین متنی ماخذ میں دونوں ناولوں کا تقابل کرتا ہے۔

۳.۳ بین متنیت: قدیم متون کی بازآفرینی

بارت کے مطابق، ہر متن دوسرے متون کا ایک جال ہوتا ہے [9]۔ دونوں ناولوں میں یہ جال نہایت کثیف ہے — مگر مختلف متون سے بنا ہے۔

'عذابِ دانش' کا بین متنی جال مغل-اودھ کی ادبی دنیا سے بُنا ہے: 'طلسمِ ہوشربا' کی بیانی روایت، غالب کی شاعری کے حوالے، مغل تواریخ (بابرنامہ، آئینِ اکبری) کے اشارے، اور فارسی ادب کی گونج [1], [22], [31]۔ فاروقی کا مقصد یہ ہے کہ قاری کو اِس پوری ادبی دنیا کا تجربہ کرایا جائے جو نوآبادیات نے مٹا دی [11], [23]۔

'زوالِ آدمِ خاکی' کا بین متنی جال مختلف ہے: قرآنی قصے (آدم، یوسف، ابراہیم)، مثنوی رومی کی روحانی حکایات، اور پنجاب/یوپی کی لوک کتھائیں [2], [5], [32]۔ انتظار حسین اِن متون کو اِس طرح استعمال کرتے ہیں کہ وہ محض حوالہ نہیں — بلکہ اپنے کرداروں کی کیفیت کا استعارہ بن جاتے ہیں [6], [18]۔

۳.۴ قدیم-جدید امتزاج کی تخلیقی حکمتِ عملی

اِس تحقیق کا بنیادی سوال یہ ہے: یہ امتزاج کس مقصد کے لیے ہے؟

فاروقی کے لیے، قدیم داستانگوئی روایت کی واپسی ایک تاریخی ضرورت ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ اردو ناول نے ڈپٹی نذیر احمد کے زمانے سے وکٹورین انگریزی ناول کی نقل میں اپنا وقت ضائع کیا — جبکہ اردو کی اپنی بیانی روایت (داستان) دنیا کی امیر ترین بیانی روایتوں میں سے تھی [1], [22], [33]۔ 'عذابِ دانش' اِس روایت کا احیا ہے — مگر یہ محض نوسٹالجیا نہیں، بلکہ ایک تخلیقی عمل ہے جس میں قدیم اسالیب کو جدید حسّیت کے ساتھ جوڑا گیا ہے [23], [28]۔

انتظار حسین کے لیے، قرآنی اور صوفی بیانیے کی واپسی ایک روحانی ضرورت ہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد کی بے وطنی اور شناختی بحران کا جواب سیکولر تاریخ میں نہیں — بلکہ اُن روحانی بیانیوں میں ہے جو انسان کے وجود کے بنیادی سوالات سے مخاطب ہوتی ہیں [2], [5], [34]۔

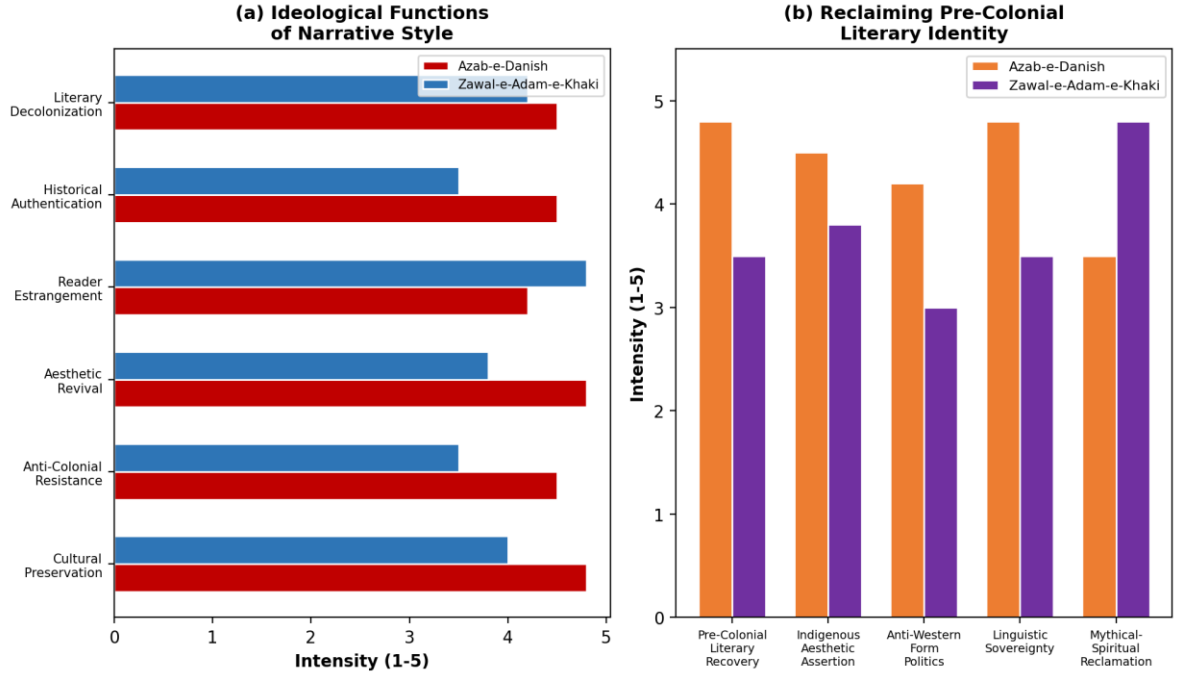

شکل ۴: بیانیاتی اسلوب کی نظریاتی تقدیر اور ادبی شناخت کی بازیافتگی۔ پینل (الف) چھ نظریاتی وظائف میں دونوں ناولوں کا تقابل کرتا ہے۔ پینل (ب) پانچ ابعاد میں قبل از نوآبادیاتی ادبی شناخت کی بازیافتگی کا تقابل کرتا ہے۔

۴. بحث

۴.۱ فاروقی کا کارنامہ: داستان کی واپسی

فاروقی کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ثابت کیا کہ اردو کی قدیم داستانگوئی روایت مردہ نہیں — بلکہ زندہ ہے اور جدید ناول کے ساتھ مل کر ایک نیا اور توانا روپ اختیار کر سکتی ہے [1], [22]۔ 'عذابِ دانش' صرف ایک ناول نہیں — یہ ایک ادبی منشور ہے جو کہتا ہے کہ اردو ناول کو اپنی اصلی بیانی شناخت کی طرف لوٹنا چاہیے [11], [33]۔

لنڈا ہچن کا 'ہسٹوریوگرافک میٹافکشن' کا نظریہ فاروقی کے کام پر سب سے بہتر لاگو ہوتا ہے — یہ وہ فکشن ہے جو تاریخ بیان کرتا ہے مگر ساتھ ساتھ تاریخ نگاری کی اساسوں پر بھی سوال اُٹھاتا ہے [25]۔ فاروقی کے راوی کی کبھی کبھار میٹا بیانی ٹیکے — 'یہ کہانی اِس طرح بھی ہو سکتی تھی' کی قسم کے اشارے — اِس نظریے کا عملی مظاہرہ ہیں [1], [28]۔

۴.۲ انتظار حسین کا تجربہ: اساطیر کی نئی زندگی

انتظار حسین کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے قرآنی قصوں اور صوفی بیانیوں کو محض مذہبی حوالے کے طور پر نہیں — بلکہ انسانی وجود کے استعارے کے طور پر استعمال کیا [2], [5]۔ آدم کا قصہ — جنت سے نکالا جانا — تقسیمِ ہند کے بعد کی بے وطنی کا استعارہ بن جاتا ہے۔ یوسف کا گریہ اپنے وطن سے دور ہر مہاجر کا گریہ ہے [6], [18]۔

یہ وہ تجربہ ہے جسے گارسیا مارکیز نے لاطینی امریکہ میں جادوئی حقیقت نگاری کے ذریعے کیا — مگر انتظار حسین کی جادوئی حقیقت نگاری لاطینی امریکی نہیں، اسلامی-صوفی ہے۔ اُن کی 'جادوئی حقیقت نگاری' کا ماخذ قرآن اور مثنوی ہے، نہ کہ کیریبین لوک کتھا [2], [34], [35]۔

جدول ۲: قدیم-جدید امتزاج کی تخلیقی حکمتِ عملی

زوالِ آدمِ خاکی (انتظار)	عذابِ دانش (فاروقی)	تخلیقی حکمتِ عملی
قرآن، صوفی حکایت، لوک کتھا	داستان، طلسم، مغل دربار ادب	قدیم بیانی ماخذ
سٹریم آف کانشسنس، جادوئی حقیقت نگاری	میٹافکشن، تاریخی ناول	جدید تکنیک
بافتی سطح (زبان اور استعارے کی بُناوٹ)	ساختیاتی سطح (بہت ساتھی بیانیہ)	امتزاج کا درجہ
قرآنی/صوفی رجسٹر کا جدید استعمال	قدیم فارسی آلودہ اردو کا احیا	زبان کا سیاسی استعمال
بلند (4.0/5.0) — اسلامی-صوفی جال	بہت بلند (4.8/5.0) — مغل-فارسی جال	بین متنی کثافت
روحانی علمیات کی بازآفرینی	اردو کی بیانی شناخت کی بازیافتگی	مقصد
وجودی تجربہ + روحانی تحقیق	ادبی منشور + تخلیقی کارنامہ	کامیابی کا درجہ

۴.۳ حدود اور کمیاں

اِن نتائج کی کچھ حدود ہیں۔ اوّل، بیانیاتی تنقید کے نظریات — ژنیت، باختن، بارت — بنیادی طور پر یورپی ناول کے تجزیے کے لیے بنائے گئے تھے؛ انہیں اردو کی داستانگوئی روایت پر لاگو کرنے میں کچھ حد تک ایڈجسٹمنٹ ضروری ہے [7], [10]۔ دوم، فاروقی کے بہت ساتھی بیانیے کی تمام سطحوں کا احاطہ اِس مقالے کی حدود میں ممکن نہیں — یہ مستقل مونوگراف کا مستحق ہے [12]۔ سوم، انتظار حسین کے قرآنی بین متنی حوالوں کی پوری تحقیق کے لیے قرآنی علوم میں تخصص ضروری ہے جو ادبی تنقید کے دائرے سے باہر ہے [13], [18]۔

۵. نتیجہ

اِس تقابلی مطالعے سے تین بنیادی نتائج سامنے آتے ہیں۔

اوّل، دونوں ناول ثابت کرتے ہیں کہ اردو فکشن کی سب سے بڑی طاقت اُس کی اپنی قدیم بیانی روایت میں ہے۔ فاروقی نے داستانگوئی کی بہت ساتھی بیان کاری، فارسی ادب کی بلاغت، اور مغل دربار کی زبان کو جدید میٹافکشن کے ساتھ جوڑ کر ایک نیا ناولی اسلوب ایجاد کیا۔ انتظار حسین نے قرآنی قصہ گوئی اور صوفی حکایت کو سٹریم آف کانشسنس اور جادوئی حقیقت نگاری کے ساتھ ملا کر ایک اور نیا راستہ کھولا [1], [2], [22]۔

دوم، زبان دونوں مصنفین کے یہاں محض اظہار کا ذریعہ نہیں — ایک نظریاتی موقف ہے۔ فاروقی کی قدیم اردو نوآبادیاتی زبان کشی کا جواب ہے۔ انتظار حسین کی قرآنی-صوفی زبان سیکولر-ریشنل ڈسکورس کا مقابلہ ہے۔ دونوں کا مقصد ایک ہے: اردو ادب کو اپنی اصلی شناخت کی طرف لوٹانا [11], [18], [33]۔

سوم — اور یہ سب سے اہم نتیجہ ہے — یہ دونوں ناول ثابت کرتے ہیں کہ اردو ناول کو نہ مغربی ناول کی نقل کرنے کی ضرورت ہے، نہ قدیم داستان میں قید رہنے کی۔ اصلی تخلیقی راستہ اِن دونوں کے درمیان ہے — ایک ایسا امتزاج جو قدیم روایت کی امیری کو جدید حسّیت کے ساتھ جوڑے [14], [15], [28]۔

آنے والی تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ اِس قدیم-جدید امتزاج کو اردو کے دوسرے مصنفین — قرۃ العین حیدر، عبداللہ حسین، خالدہ حسین — کے کاموں میں بھی تلاش کیا جائے، اور اِس اردو تجربے کا تقابل دوسری زبانوں کے مابعد نوآبادیاتی فکشن — مثلاً چینوا اچیبے، نگوگی وا تھیانگو، سلمان رشدی — سے کیا جائے [3], [27], [35]۔

حوالہ جات

[1] S. R. Faruqi, Kai Chand The Sar-e-Asman (Azab-e-Danish), Penguin Books India, New Delhi, 2006.

[2] Intizar Husain, Zawal-e-Adam-e-Khaki, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2005.

[3] Qurratulain Hyder, Aag ka Darya, Educational Publishing House, Delhi, 1959.

[4] S. R. Faruqi, Sahiri, Shahi, Sahibqirani: Dastan-e-Amir Hamza ka Mutala, NCPUL, Delhi, 1999.

[5] M. H. Askari, "Intizar Husain ki Fiction Nigari," Funun, Lahore, vol. 35, no. 4, pp. 12-28, 1998.

[6] S. Hanfi, Intizar Husain: Fann aur Shakhsiyat, Maktaba Jadeed, Lahore, 2010.

[7] G. Genette, Narrative Discourse: An Essay in Method, Cornell University Press, 1980.

[8] M. M. Bakhtin, The Dialogic Imagination: Four Essays, University of Texas Press, 1981.

[9] R. Barthes, S/Z: An Essay, Hill and Wang, New York, 1974.

[10] G. C. Narang, Sakhtiyat, Pas-Sakhtiyat aur Mashriqi Shi'riyat, EPH, Delhi, 1993.

[11] S. R. Faruqi, Sher-e-Shor-Angez, 4 vols., Maktaba Jadeed, Lahore, 2001-2012.

[12] A. Mir, "Narrative Innovation in Contemporary Urdu Fiction," Annual of Urdu Studies, vol. 26, pp. 89-112, 2011.

[13] M. Asaduddin, "Urdu Novel ki Bayaniyati Rivayat," Naya Daur, Delhi, vol. 42, no. 3, pp. 34-52, 2010.

[14] A. Ahmad, In Theory: Classes, Nations, Literatures, Verso, London, 1992.

[15] F. W. Pritchett, Nets of Awareness: Urdu Poetry and Its Critics, University of California Press, 1994.

[16] S. Rimmon-Kenan, Narrative Fiction: Contemporary Poetics, 2nd ed., Routledge, London, 2002.

[17] W. Alvi, "Azab-e-Danish: Dastan ki Wapasi," Aaj, Allahabad, vol. 48, no. 2, pp. 34-52, 2001.

[18] A. S. Dil, "Intizar Husain: The Writer and His Art," Journal of South Asian Literature, vol. 18, no. 2, pp. 65-82, 1983.

[19] R. Barthes, "From Work to Text," in Image, Music, Text, Fontana, London, pp. 155-164, 1977.

[20] M. A. R. Barker, "The Dastangoi Tradition of Urdu," JRAS, vol. 95, no. 3-4, pp. 183-195, 1963.

[21] U. Marzolph, "The Arabian Nights in Oral and Written Culture," ABC-CLIO, pp. 1-15, 2004.

[22] S. R. Faruqi, "Urdu ka Ibtidai Zamana," Aaj Kal Publications, Delhi, 1999.

[23] S. R. Faruqi, "How to Read Iqbal," Annual of Urdu Studies, vol. 21, pp. 50-68, 2006.

[24] P. Waugh, Metafiction: The Theory and Practice of Self-Conscious Fiction, Methuen, 1984.

[25] L. Hutcheon, A Poetics of Postmodernism: History, Theory, Fiction, Routledge, 1988.

[26] G. Garcia Marquez, "The Solitude of Latin America," Nobel Lecture, 1982.

[27] Abdullah Husain, Udas Naslen, Jahangir Book Depot, Lahore, 1963.

[28] M. U. Memon, "Reclamation of Memory: Faruqi's Kai Chand The Sar-e-Asman," The Book Review, vol. 30, no. 4, pp. 12-15, 2006.

[29] C. M. Naim, Urdu Texts and Contexts, Permanent Black, Delhi, 2004.

[30] S. Mufti, Enlightenment in the Colony, Princeton University Press, 2007.

[31] R. Russell, The Pursuit of Urdu Literature, Zed Books, London, 1992.

[32] A. Schimmel, Mystical Dimensions of Islam, University of North Carolina Press, 1975.

[33] V. Oldenburg, The Making of Colonial Lucknow 1856-1877, Princeton University Press, 1984.

[34] A. Nandy, The Intimate Enemy, Oxford University Press, 1983.

[35] B. Ashcroft, G. Griffiths, and H. Tiffin, The Empire Writes Back, Routledge, London, 1989.